حکمتِ اقبال (۳۴)

ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم

خُودی اور فلسفۂ اخلاق

فعلِ جمیل، خُودی کی ایک اور اہم ضرورت

انسانی خودی ہر ممکن طریق سے خدا کی محبت کے جذبہ کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ وہ اس جذبہ کی تشفّی کے لیے مظاہرِ قدرت کے مشاہدہ اور اسمائے حسنیٰ کے ذکر ایسے ذرائع سے خدا کی صفات کے حسن و کمال پر غور و فکر ہی نہیں کرتی، بلکہ اپنے عمل میں بھی خدا کی صفات کے حُسن کو ظاہر کرتی ہے۔ اس کی آرزوئے حسن اسے مجبور کرتی ہے کہ اپنے ہر فعل کو معنوی طور پر یعنی فعل کے مقصد اور مدّعا کے اعتبار سے خدا کی صفاتِ حسن و کمال کے تقاضوں کے مطابق بنائے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ خودی صفاتِ خداوندی کے حسن سے متأثر ہو' اس سے گہری محبت رکھتی ہو' اور جہاں ممکن ہو اس کا مشاہدہ اور مطالعہ کر کے سرور اور لذّت حاصل کرے، لیکن جب عمل کا وقت آئے تو اس حُسن کے اثر سے آزاد' اس کی محبّت سے فارغ' اور اس کے سرور سے بے نیاز ہو، بلکہ غیرِ حُسن کو حُسن سمجھ کر اپنے عمل کو اس کے مطابق بنائے۔ خودی ہمہ تن خدا کے حسن کی محبت ہے' وہ خدا کے حُسن کے قریب آنے' اس کے حسن کو قریب لانے' اور ہر رنگ میں اس کے حسن کا مشاہدہ اور مظاہرہ کرنے کا کوئی موقع ترک کرنا نہیں چاہتی، خواہ اس کا تعلّق اس کے فکر سے ہو یا اس کے عمل سے۔ لہٰذا خودی چاہتی ہے کہ خدا کی صفات جس حسن یا کمال کی آئینہ دار ہیں وہ اس کو اپنے کردار کی اصل یا رُوح یا مقصد یا مدّعا میں بھی نمودار کرے۔ لیکن خودی کے کردار میں اس حسن کا اظہار بعض وقت کم ہوتا ہے اور بعض وقت زیادہ۔ ظاہر ہے کہ حسن کے لیے خودی کی محبت جس قدر زیادہ ہو گی اسی قدر زیادہ وضاحت اور صفائی کے ساتھ وہ جان سکے گی کہ حسین عمل کیا ہے اور کیا نہیں، اور اسی قدر زیادہ حسن اس کے عمل میں موجود ہو گا۔ اور جس قدر اس کی محبت کم ہو گی اسی قدر اس کا یہ فیصلہ غلط ہو گا کہ حسین عمل کیا ہے اور کیا نہیں، اور

اسی قدر اُس کا عمل حُسن سے عاری ہوگا۔ اقبال نے ایسے عمل کے لیے جس میں حُسن موجود ہو فعلِ جمیل، عملِ خوب، عملِ محمود اور عملِ محبوب ایسی اصطلاحیں برتی ہیں۔ اور ایسے عمل کو جس میں حُسن موجود نہ ہو یعنی جس کا مقصد اور مدّعا خدا کی صفاتِ حُسن کا آئینہ دار نہ ہو، فعلِ قبیح، فعلِ نامحبوب، فعلِ ناخوب، فعلِ زشت یا فعلِ مذموم کہا ہے۔

جہاں خودی کا بھی ہے صاحبِ فراز و نشیب
یہاں بھی معرکہ آرا ہے خوب سے ناخوب
نمود جس کی فرازِ خودی سے ہو وہ جمیل
جو ہو نشیب میں پیدا قبیح و نامحبوب

فرازِ خودی ــــ فعلِ جمیل کا مصدر

اقبال کے یہ دو شعر ایک جدید فلسفۂ اخلاق کی کلید ہیں۔ ان میں اقبال نے فعلِ جمیل کی تعریف ہی نہیں کی، بلکہ اس کے منبع اور مصدر کو بھی بیان کیا ہے اور اس کے علل و اسباب پر بھی روشنی ڈالی ہے، اور اس کی مزاحمتوں اور رکاوٹوں کی بھی توضیح کی ہے۔ اور پھر یہ بھی بتایا ہے کہ فعلِ "قبیح" یا "فعلِ نامحبوب" کیا ہے اور کیسے پیدا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں خودی سے مراد انسانی خودی ہے۔ انسانی خودی کے جہان میں خدا کی محبت کے سوائے اور کچھ نہیں ہوتا۔ لہٰذا "جہانِ خودی" کا مطلب خدا کی محبّت کی دنیا ہے، جو انسانی خودی میں آباد ہوتی ہے۔ مومن کی خودی کو "فراز" یا بلندی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب مومن کے دل میں خدا کی محبّت ترقی پاکر اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ مومن کی خودی کا "نشیب" اُس کی وہ حالت ہے جب اس کے دل میں خدا کی محبت ابھی اپنے ارتقاء کی ابتدائی منزلوں میں ہوتی ہے اور کمزور ہوتی ہے۔ جہانِ خودی میں خوب و ناخوب کے معرکہ کا باعث یہ ہے کہ مومن جب ایمان لاتا ہے تو اس کی ساری فطری استعداد محبّتِ خدا کے تصوّر کے لیے فوراً نہیں، بلکہ رفتہ رفتہ ترقی پاکر مہیا ہوتی ہے۔ خدا کی محبت جو اس کے دل میں ایمان لانے کے بعد پیدا ہوتی ہے شروع میں غلط تصورات کی محبت سے گھری ہوئی ہوتی ہے۔ غلط تصورات مومن کی فطری استعدادِ محبّت کا بہت سا حصّہ اپنے تصرّف میں لیے ہوئے ہوتے ہیں اور مومن کی محبت ان تصوّرات کو سخت مقابلہ کے

© rasailojaraid.

بعد بتدریج بے اثر کرتی ہے۔ اور محبّت کا جو حصّہ ان کے تصرّف میں آچکا ہوتا ہے اس کو رہا کر کے اور اپنے ساتھ ملا کر اپنے آپ کو ترقی دیتی ہے۔ یہاں تک کہ آخر کار اس کے دل میں خدا کے سوا ہر تصوّر کی محبّت مٹ جاتی ہے۔ خودی کے صحیح تصوّرات، جو خدا کے تصوّر سے ماخوذ ہوتے ہیں، ان کے غلط تصوّرات پر، جو غیر اللہ سے متعلق ہوتے ہیں، غلبہ پانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا دونوں میں کشمکش ہوتی ہے۔ یہی "خوب و ناخوب کا معرکہ" ہے۔ جو تصوّر خودی کی محبّت کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے وہی مقابل کے تصوّرات پر غالب آجاتا ہے اور وہی خودی کی قوّتِ عمل کا مالک بن جاتا ہے اور خودی مقابل کے تصوّرات کو پسِ پشت ڈال کر اسی کے مطابق عمل کرتی ہے صحیح اور غلط تصوّرات کی یہ باہمی آویزش خودی کی محبّت کے آغاز کے ساتھ ہی شروع ہو جاتی ہے اور جب تک کہ خودی کی محبّت کا سارا ذخیرہ جو فطرت نے اسے دے رکھا ہے خدا کے تصوّر کے تصرّف میں نہیں آتا، جب تک خدا کا تصوّر غلط تصوّرات پر پوری طرح سے غالب نہیں آجاتا، دوسرے لفظوں میں جب تک مومن کے دل میں خدا کی محبّت اپنے فراز یا کمال کو نہیں پہنچتی، اس وقت تک صحیح اور غلط تصوّرات کی باہمی کشمکش جاری رہتی ہے۔ کیونکہ اس وقت تک غلط تصوّرات خودی کی محبّت کو خدا کے تصوّر سے ہٹا کر اپنے استعمال میں لاتے رہتے ہیں۔

غلط تصوّرات جو اس طرح سے خدا کے تصوّر کے ساتھ اُلجھ جاتے ہیں، بالعموم انسان کی جبلّتی یا حیوانی خواہشات اور ان کے ماتحت پرورش پانے والی عادات سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان خواہشات میں خدا نے دو اہم خصوصیتیں رکھی ہیں، جن کی وجہ سے وہ خدا کی محبّت کی حریف بن جاتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ ان کے اندر ایک حیاتیاتی زور یا دباؤ ہوتا ہے جو خودی کو ان کی تشفّی کے لیے مجبور کرتا ہے اور دوسرے یہ کہ ان کی تشفّی کے اندر ایک حیاتیاتی قسم کی لذّت ہے۔ قدرت میں ان دونوں خصوصیتوں کا مقصد یہ ہے کہ حیوان کو مجبور کیا جائے کہ وہ اپنی زندگی اور نسل کو قائم رکھنے کے لیے بروقت ضروری اقدامات کرتا رہے۔

جب تک ایک مومن کے دل میں خدا کی محبّت کمزور ہوتی ہے اُس وقت تک وہ اپنی محبّت کے عملی تقاضوں کو ٹھیک طرح سے نہیں سمجھ سکتا۔ جب تک ہماری محبت بیدار نہیں ہوتی، ہم اپنی حیوانی جبلّتی خواہشات کی قوّت اور لذّت کی وجہ سے ان کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں۔ ان کے دباؤ

سے اس قدر مغلوب ہو جاتے ہیں اور ان کی لذت سے اس قدر مسحور ہو جاتے ہیں کہ ہم ان کے اصلی فطری مقصد اور مدّعا کو بھول کر ان کو حد سے زیادہ اہمیّت دینے لگ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہم بعض وقت ان کو تصوراتِ حقیقت یا انسان و کائنات کے نظریات کی شکل دے لیتے ہیں۔ چنانچہ مارکسزم، فرائڈزم، ایڈلرزم اسی قسم کے نظریات ہیں جو بالترتیب جبلّتِ تغذیہ جبلّتِ جنس اور جبلّتِ تفوّق پر مبنی ہیں۔ جبلّتی خواہشات سے مغلوب اور مسحور ہونے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہماری خواہشات ہماری محبّت کی اس فطری استعداد کو استعمال کر لیتی ہیں جو نصب العین کے لیے مخصوص ہے اور اس طرح سے ان کی قوّت اس حد سے بڑھ جاتی ہے جو قدرت نے ان کے مقصد یعنی بقائے حیات کی ضرورت کے پیشِ نظر مقرّر کی ہے۔ گویا ہماری خواہشات ہمارے نصب العین یا معبود کی جگہ لے کر خود ہمارا نصب العین یا معبود بن جاتی ہیں۔

خُودی کے محرّکاتِ عمل

انسان اس طرح سے بنایا گیا ہے کہ اس کی ساری عملی زندگی محبّت اور خوف کے دو محرکات سے طے پاتی ہے۔

طرحِ تعمیرِ تو از گل ریختند　　　　با محبّت خوف را آمیختند

لیکن انسان کے یہ دونوں محرکاتِ عمل اس کے زندگی کے نصب العین سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر اس کا نصب العین ان حیوانی خواہشات پر مشتمل ہو گا جو جسم سے تعلق رکھتی ہیں اور ماء وطین کے امتزاج سے پیدا ہوتی ہیں اور لہٰذا غلط ہو گا تو اس کی محبّت اور اس کا خوف دونوں غلط ہوں گے۔ وہ غلط چیزوں سے محبّت کرے گا اور غلط چیزوں کا خوف رکھے گا اور اس کا ہر عمل غلط اور قبیح اور ناخوب اور نامحمود ہو گا۔

خوفِ دنیا، خوفِ عقبیٰ، خوفِ جاں　　　　خوفِ آلامِ زمین و آسماں
حبِّ مال و دولت و حبِّ وطن　　　　حبِّ خویش و اقربا و حبِّ زن
امتزاجِ ماء وطیں تن پرور است　　　　کشتۂ فحشار ہلاکِ منکر است

اگر ایک ایسے غلط نصب العین سے پیدا ہونے والا عمل جو خواہشاتِ حیوانی پر مشتمل ہو بار بار ہوتا

© rasailojaraid.

رہے تو تکرار کی وجہ سے وہ ایک عادت بن جاتا ہے جس سے اس کی قوت میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا جب ایک انسان خدا پر ایمان لاتا ہے اور اس کی فطری محبّت آشکار ہوتی ہے تو وہ محسوس کرتا ہے کہ اس کی حد سے بڑھی ہوئی جبلّتی خواہشات اور ان کے ماتحت پیدا ہونے والی عادات اس کی محبّت کے عملی تقاضوں کے ساتھ مزاحمت کر رہی ہیں اور اس کے لیے ضروری ہے کہ اس مزاحمت کا مقابلہ کر کے اسے ختم کر دے۔ یہ مقابلہ نہایت مشکل ہوتا ہے' لیکن مومن اپنی محبّت کی حفاظت کی خاطر اس سے ہمت نہیں ہارتا اور اپنے آپ کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنے سے دریغ نہیں کرتا' یہاں تک کہ ایک چیتے کی طرح اپنے آپ پر ٹوٹ پڑتا ہے۔

مردِ مومن زندہ و باخود بجنگ — برخود افتد ہمچو بر آہو پلنگ

شریعت: غلط عادات کا علاج

غلط خواہشات کو روکنے اور غلط عادات کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ مردِ مومن اپنے اعمال کو زیادہ سے زیادہ سچے نصب العین کے تقاضوں کے مطابق بنائے اور ان کو بار بار کرے اور دہرائے اور ان پر مداومت و مواظبت کرے' یہاں تک کہ وہ عاداتِ راسخہ میں تبدیل ہو جائیں۔ اس صورت میں غلط خواہشات اور عادات اظہار کا موقعہ نہ پانے کی وجہ سے کمزور ہو کر خود بخود مٹ جاتی ہیں اور مومن کے اپنے صحیح نصب العین سے سرزد ہونے والے صحیح عمل کے لیے راستہ ہموار ہو جاتا ہے۔ جبلّتی خواہشات اور ان کی پیروی میں پیدا ہونے والی غلط عادات کا مقابلہ اگرچہ آسان نہیں ہوتا' تاہم خدا کی محبّت' جو شریعت کی پابندی میں اظہار پاتی ہے اور جس کا دوسرا پہلو خدا کا خوف ہے' مومن کے لیے اس کام کو آسان بنا دیتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا کی محبّت اور خدا کا خوف ہر غلط محبّت اور غلط خوف کو ملیا میٹ کر دیتے ہیں۔

جو شخص لا الٰہ کا عصا ہاتھ میں لے لیتا ہے' یعنی دل سے یقین کر لیتا ہے کہ خدا کے سوائے اس کا کوئی مطلوب اور محبوب نہیں' وہ ہر خوف کے طلسم کو توڑ دیتا ہے اور کسی چیز سے نہیں ڈرتا۔ جس شخص کے تن میں خُدا کی محبّت جان کی طرح ہو اُس کی گردن کسی باطل کے سامنے جھک نہیں سکتی۔ خوف اُس کے سینہ میں راہ نہیں پاتا اور وہ غیر اللہ سے مرعوب نہیں ہو سکتا۔ جو شخص اقلیمِ لا

میں آباد ہو جائے' یعنی یہ سمجھ لے کہ خدا کے سوائے کوئی چیز اس کا مقصود نہیں' وہ بیوی بچوں کے فکر سے بھی آزاد ہو جاتا ہے اور غیر اللہ کو یہاں تک نظر انداز کر دیتا ہے کہ خدا کی محبت کے لیے حضرت ابراہیمؑ کی طرح اپنے بیٹے کی گردن پر چھری رکھ دیتا ہے۔

تا عصائے لا الٰہ داری بدست　　ہر طلسمِ خوف را خواہی شکست
ہر کہ حق باشد چو جاں اندر تنش　　خم نگردد پیشِ باطل گردنش
خوف را در سینۂ او راہ نیست　　خاطرش مرعوبِ غیر اللہ نیست
ہر کہ در اقلیمِ لا آباد شد　　فارغ از بندِ زن و اولاد شد
مے کند از ماسوا قطعِ نظر　　می نہد ساطور بر حلقِ پسر

شریعت کی پابندی غلط خواہشات اور عادات کا علاج اس لیے کرتی ہے کہ وہ ہر وقت مومن کی محبّت کا امتحان کرتی رہتی ہے اور اس طرح سے اس کی محبّت کی حفاظت اور ترقی کا باعث بنتی ہے لیکن وہ ان کا علاج اس لیے بھی کرتی ہے کہ وہ ان کی بجائے صحیح خواہشات اور عادات مہیّا کرنے کا اہتمام کرتی ہے۔ لہٰذا مومن شریعت کا پابند رہتا ہے۔ اس کے لیے اگر کلمۂ توحید ایک صدف ہے تو نماز وہ گوہر ہے جس کے بغیر یہ صدف خالی رہتا ہے۔ نماز مسلمان کا حجِ اصغر ہے اور وہ خنجر ہے جس سے وہ خدا کی نافرمانی اور بے حیائی اور بُرے کاموں کی خواہشات کو ہلاک کرتا رہتا ہے۔ روزہ اس کی بھوک پیاس پر پابندی عائد کرتا ہے اور اسے تن پروری سے بچاتا ہے۔ حج سے وہ یہ سیکھتا ہے کہ اگر اسے خدا کی محبّت کی خاطر وطن چھوڑنا پڑے تو چھوڑ دے۔ زکوٰۃ کا حکم اُسے بتاتا ہے کہ دولت سے محبّت نہ کرے اور اس میں اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی شریک سمجھے۔

لا الٰہ باشد صدف، گوہر نماز　　قلبِ مسلم را حجِ اصغر نماز
در کفِ مسلم مثالِ خنجر است　　قاتلِ فحشاء و بغی و منکر است
روزہ برجوع و عطش شبخوں زند　　خیبرِ تن پروری را بشکند
مومناں را فطرت آموز است حج　　ہجرت آموز و وطن سوز است حج
حبِّ دولت را فنا سازد زکوٰۃ　　ہم مساوات آشنا سازد زکوٰۃ

© rasailojaraid.com